موجودہ جنگ اور دار الحدیث رحمانیہ دہلی

(از مولانا عبدالجلیل صاحب بستوی رحمانی)

رہنمایانِ قوم کی تقاریر اور خطبات، پرانے رسائل و جرائد کے فائلوں اور بیسویں صدی کی تواریخ میں ۱۹۱۴ء کی انسانی خونریزی کا نام عالمگیر جنگ یا جنگِ عظیم بارہا دیکھنے اور سننے میں آیا۔ قیصر ولیم البرٹ ککڑ سابق شاہِ جرمنی کے متعلق سنتے آئے تھے کہ لاکھوں بچوں کے یتیم اور لاکھوں عورتوں کے بیوہ بنادینے کا سبب بنا تھا، یسرا اور انٹورپ پر جرمنی کی سفاکانہ گولہ باری کی داستان بھی پڑھی تھی۔ بصرہ، گیلی پولی، ایڈریانوپل، اَدرنہ کی ہولناک جنگیں، غازی انور پاشا مرحوم، یونانیوں، سرائیوں، اور قسطنطنیہ کی تاریخیں، شام، فلسطین، عراق کے انقلابات، دروزی مجاہدوں کے کارنامے۔ مذہبی اور سیاسی انجمنوں میں گاہے بگاہے شرکت کے طفیل اور کتبِ تواریخ کی امداد سے کسی نہ کسی حد تک کچھ معلوم ہی ہوگئے تھے، کروڑوں اور اربوں روپیہ کی تجارتوں کا برباد ہوجانا، کسادبازاری اور اشیاء کی گرانی سے جو اضطراب اور ملک میں عام بے چینی پھیلی ہوئی تھی، اور فاقوں سے تباہ حال لوگوں کی پریشانیوں کا واقعہ بزرگوں سے سنا تھا۔ بہرحال ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی خونریزی جسے عرفِ عام میں "جرمن کی جنگ" یا ہماری اپنی مقامی زبان میں "بصرہ کی لڑائی" کہا جاتا ہے اسوقت چھڑی اور ختم ہوئی تھی جبکہ میں گہوارۂ طفلی میں بچپن کا شاہانہ زمانہ گذار رہا تھا، لاڈ اور پیار کی گود میں جنگ کے عواقب و نتائج سے بالکل بے فکر ہو کر ہنستا اور کھیلتا تھا اسوقت کی جنگ کے نتائج جو بھی دنیا کے سامنے آئے اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ کچھ فکر و غم، یہانتک کہ اگر جیتنے والے ہار گئے ہوتے اور شکست خوردہ جیت گئے ہوتے تو بھی یہی کیفیت رہتی۔ دن اور ہفتے، مہینے اور سال گذرتے دیر نہیں لگتی، عہدِ طفلی سے قدم باہر رکھا اور مکتب کی زندگی کا آغاز ہوگیا۔

سنہ ۲۶-۱۹۲۵ء کا زمانہ تھا کہ ایک تماشہ دکھانے والے کی آواز پر مقامی مدرسہ کے شریر لڑکوں کے ساتھ مدرسہ سے چپکے سے میں بھی نکل گیا۔ تماشہ دکھلانے والا ایک الماری میں فوجیوں اور گھوڑوں کی تصاویر اور دیگر آلاتِ حرب باقاعدگی کے ساتھ رکھکر دوربینی شیشے کے ذریعہ تماشہ دکھاتا اور یہ بولی بولتا جاتا تھا "جرمن کی لڑائی دیکھو" "بصرہ کی لڑائی دیکھو"۔ غالباً یہ پہلی آواز تھی جو بصرہ کی لڑائی کے متعلق میرے کان میں پڑی، میرے احساسات اسوقت اتنے قوی نہ تھے کہ اس لڑائی کا نام سنکر انسانی خون کے سمندر، لاکھوں یتیموں کی آہوں، لاکھوں بیواؤں کی اشکباریوں، لاکھوں ماؤں کے درد و کرب کا تصور کر سکتا۔ ہم نے جنگ کو بچوں کا کھیل سمجھا تھا۔ ہم بھی گڈیاں اور بچوں کے دیگر کھیل کھیلتے تھے۔ ہمیں صرف اتنا فرق محسوس ہوا کہ یہ فوجی سپاہی زرق برق لباسوں میں ملبوس

کلاں راس گھوڑوں پر سوار عمدہ عمدہ آلات حرب سے مسلح ہوکر میدانوں میں جنگ "کھیلتے" ہیں اور ہم سب بچے دیہات کے نرم اور ہموار کھیتوں میں غیر مسلح اور پا برہنہ جنگ "کھیلتے" ہیں خیال تھا کہ ممکن ہے فوجی زخمی بھی ہوتے ہوں اور چوٹیں بھی کھاتے ہوں مگر آخر ہماری بھی تو انگلیاں، ہاتھ پیر اور سر زخمی ہوتے ہیں۔ الغرض یہ تھا مکتب کی ابتدائی زندگی کا وہ مبارک دور جو تمام خیر و برکات کے ساتھ گذر گیا۔ جس کا ہلکا سا تصور بھی روح کو خوش کر دیتا ہے ؎

وکیف التذاذی بالاصائل والضحی اذا لم یعد ذالک النسیم الذی ھبا

ستمبر ۱۹۳۹ء کو دلی کی سڑکوں پر دوڑتے اور بھاگتے ہوئے اخبار فروش "جنگ کا اعلان کر دیا" کی آواز بلند کرتے ہوئے نظر آئے، یہ زمانہ عقل و ہوش کا زمانہ تھا، جنگ اور اس کے عواقب سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی تھی، اخبار لیا، دیکھا معلوم ہوا کہ ہر ہٹلر جرمنی نازی ڈکٹیٹر کے سر پر ہولناک جنگ کا بھوت سوار ہو گیا ہے، فرانس اور برطانیہ جیسی امپائر کے خلاف اعلانِ جنگ کر کے دنیا کو تاریخ عالم کی سب سے بڑی ہلاکت میں جھونک دیا ہے۔ ہم نے ابو تمام طائی کے دیوان میں رقاد بن المنذر ایک بوڑھے جنگجو عرب کے یہ اشعار پڑھے تھے ؎

اِذا المُهرةُ الشقراءُ اُدرِكَ ظهرُها فشبَّ الالٰهُ الحربَ بينَ القبائِلِ
واَوقدَ نارًا بينهُم بضِرامِها لها وهجٌ لِلمُصطلي غيرُ طائِلِ

ترجمہ خدا کرے کہ جو وقت میرا بچھڑا نوجوان ہو تو تمام قبائل عرب میں ہولناک جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں۔

اللہ اللہ یہ تھیں جنگ کی خونیں تمنائیں اور ہولناک ارادے۔ یہ اشعار ذہن میں تھے اِدھر یہ اعلانِ جنگ دیکھا معاً خیال ہوا کہ یہ سفاک ڈکٹیٹر بیس برس تک پوری تیاری میں لگا ہوا تھا اور زبانِ حال سے گویا یہ کہہ رہا تھا کہ خدایا جب میرے پاس ہزاروں بمبار طیارے، اور لاکھوں پیراشوٹ فوج، ہزاروں توپ اور مشین گنیں اور ہزاروں ٹینک تیار ہو جائیں تو پھر جنگ کے شعلے بلند ہوں۔ انسانی بدبختی کی تاریخ یہیں ختم نہیں ہوئی بلکہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد رویٹر کی زبانی یہ بھی خبر آ پہنچی کہ ابے سینیا (حبشہ) کے قاتل سولینی ڈکٹیٹر اٹلی نے بھی شرکتِ جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ خیر لڑائی چلی اور ایسی چلی کہ گویا تہذیب و تمدن جدید ہی نہیں بلکہ نسلِ انسانی اپنی آخری بربادی کیلئے اسی ہولناک جنگ کی منتظر تھی، درجنوں حکومتوں کا خاتمہ ہو گیا، بڑے بڑے خود مختار بادشاہوں کو نظر بند کر دیا گیا۔ بڑے بڑے دولتمند اور امراء بے گھر بار ہو گئے، روزانہ کروڑوں روپیوں کے آلات جنگ تباہ ہونے لگے۔ سمندروں کے سینوں کو پھاڑنے والے ہزاروں ٹن وزنی بحری جہاز تہ آب ہو کر رہ گئے، لاکھوں بچے یتیم، لاکھوں عورتیں بے سہاگ اور لاکھوں مائیں آہ آہ کرنے لگیں، اب ہم نے رسائل و اخبارات، لکچراروں اور خطیبوں کو دیکھا سنا کہ موجودہ جنگ کو تاریخ عالم کی عالمگیر اور بڑی لڑائی کہہ رہے ہیں، اور ۱۹۱۴ء کی جنگ کو جنگِ عظیم کہنا چھوڑ دیا اور یہ سچ بھی ہے کیونکہ گذشتہ جنگ تک سائنس نے انسانیت کی ہلاکت کا اتنا سامان ہی نہیں فراہم کیا تھا۔ لازمی طور پر اشیاء کی گرانی اور عام بیکاری اور

مختلف تجارات کی بربادی کا دور ہندوستان میں شروع ہوا اور کتنے آدمی بیکار پھرنے لگے مگر پھر بھی یہ کیفیت قدرے قابلِ برداشت تھی۔ مشرق کا جنگی مطلع اگرچہ عرصہ سے ابر آلود تھا مگر خلاف توقع بہت جلد ہم نے یہ سن لیا کہ ٹوکیو (پایۂ تخت جاپان) گورنمنٹ مشرقی ایشیار کی مظلوم آبادیوں پر برق و رعد بنکر کو دپڑی ہے۔ انا للہ۔ مغرب و مشرق اور جنوب کے تین قزاقوں (ہٹلر، مسولینی، ٹوجو) نے انسان کی متاعِ زندگی کی لوٹ کیلئے باہم اتحاد و اتفاق کا عہد کرلیا ہے۔ حرب وضرب، جنگ وجدل کی شقاوت پر یہ آخری مہر بھی لگ گئی جب ہم نے اچانک یہ سنا کہ امریکہ کا صدر "روزویلٹ" بھی اعلان جنگ پر مجبور ہوگیا اور دنیا کی کوئی طاقتور سلطنت ثالث بالخیر کی حیثیت سے جنگ سے الگ نہیں باقی رہی۔ ختم اللہ علی قلوبھم۔ واغرینا بینھم العداوۃ

دارالحدیث رحمانیہ:۔ جاپان کی شرکتِ جنگ کے بعد سے اشیار کی گرانی کا ہوشربا تجربہ انھیں کو صحیح طور پر ہوسکتا ہے جنھیں چیزیں خود خریدنی پڑتی ہیں، شہروں اور قصبات خصوصاً دیہات کی زندگیوں کا جائزہ لو، کتنے قصبات اور دیہات پاؤگے جہاں کئی کئی وقتوں کا فاقہ ہی لوگوں کی غذا ہے اور مقامات کو نظر انداز کرتے ہوئے پایۂ تخت دہلی ہی لو جس کا شمار ہندوستان کے غنی اور متمول شہروں میں ہے اس کا کیا حال ہے ابھی چند دن ہوئے اچھے خاصے دولتمند اور خوش پوش انسانوں کو جَو، باجرے اور بیسن کی روٹیاں کھانی پڑیں۔ روپیہ ہاتھ میں لیکر مارے مارے دکانوں پر پھرتے تھے مگر گیہوں نظر تک نہیں آتی تھی۔ صوبائی گورنمنٹوں نے گیہوں کی برآمد پر کنٹرول کر رکھا تھا، گاڑیوں کی قلت، نقل وحمل کی دشواریوں، اور ضروریات جنگ کی شدت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹا، دال، نمک، کوئلہ، مٹی کا تیل لکڑی وغیرہ اکثر و بیشتر ضروریاتِ زندگی کی قیمت دُگنی یا اس کے قریب زیادہ ہوگئی۔ حکومت نئے نئے آرڈیننس نئے نئے احکام نافذ کرتی اور اخبارات و اشتہارات کے ذریعہ اعلانات کر کے حالات کو معمول پر لانے کی کوشش کرتی ہے مگر کلی طور پر عوام کے مصائب کا علاج نہ ہوسکا۔

دارالحدیث رحمانیہ دہلی ایک شخصی مدرسہ ہے جو ۱۹۲۱ء سے دین کی ٹھوس تعلیمی خدمات محض ایک شخص کے ذاتی خرچ اور ایک باہمت انسان کی اولوالعزمی کی وجہ سے انجام دیتا چلا آیا ہے۔ مدرسہ کی سابقہ زندگی کی تاریخ کا یہاں اعادہ کرنا نہیں ہے اسکا روشن چہرہ اسکے تعلیمی کارناموں کے آئینے میں خود دیکھا جاسکتا ہے ع آفتاب آمد دلیلِ آفتاب۔

کساد بازاری کا تحریر کردہ نقشہ سامنے رکھئے اور پھر ہماری زبانی مدرسہ کی زندگی، تعلیم و تعلم، درس تدریس اور فارغ البالی کا حال سنئے۔ اللہ اللہ ہمارے چہروں پر وہی فرحت و بشاشت دلوں میں وہی تعلیمی انہماک واشتغال جو جنگ سے پہلے تھا اب بھی ہے، اشیار کی گرانی سے تمام اہلِ ملک حیران ہیں مگر مدرسہ کے طلبار اور جمیع متعلقین سے پوچھو، بلند ہمت مہتمم زادہ اللہ شرفاً وعزاً نے اپنی اولوالعزمی سے مدرسہ کا کیسا بہترین انتظام کر رکھا ہے، اگرچہ ۱۹۴۱ء ۱۳۶۰ھ قبل از جنگ کا زمانہ نہیں ہے مگر ہماری تعلیمی زندگی کے حق میں وہی فراخی وہی سہولتیں وہی انتظامات اب بھی موجود ہیں، جن نئی کتابوں کی

ضرورت تھی خرید کر آ گئیں۔ کافی تعداد میں رسائل و اخبارات اب بھی جاری ہیں صبح و شام خورد و نوش کا وہی انتظام جب یہ ساری آسانیاں موجود ہیں تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ تعلیم و تدریس میں کوئی خامی آنے پاتی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں وہی گرماگرمی، وہی درسگاہوں کی رونق، وہی تقریریں اور انجمن آرائی اب بھی ہے۔ بلکہ جمعیۃ الخطابۃ کے دونوں شعبوں کے ہفتہ واری اجلاس میں اچھے مقررین کیلئے امسال نقد انعام بھی مہتمم صاحب نے مقرر فرمادیا ہے جزاہ اللہ انشاء اللہ العزیز قول سے نہیں بلکہ عمل سے ہم یہ دکھلا دینگے کہ زمانہ جنگ اور قبل از جنگ کی تعلیم میں کوئی فرق نہیں ہوتا اشیاء کی گرانی ہمارے لئے باعثِ انتشار خاطر نہیں، کوئی بھی ہم میں سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ صبح و شام خورد و نوش کی چیزیں گراں ہیں، یہی نہیں بلکہ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ زمانۂ جنگ کی وجہ سے خورد و نوش کی کوئی چیز بازار میں ناقص بھی بکتی ہے اسلئے ہمارے لئے اچھی چیز دستیاب نہیں ہوتی، اس قسم کی دینی خدمات کی ہر شخص کو توفیق نہیں ہوتی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے توفیق دے۔

ملوں اور کارخانوں کے مزدوروں کو جنگ کی مہنگائی کا الاونس ملتا ہے مگر دیگر مدارس عربیہ کے غریب طلبا کا ماہانہ وظیفہ وہی ساڑھے تین اور چار روپیہ اب بھی ہے۔ گویا منتظمینِ مدارس کے نزدیک قبل از جنگ کی ارزانی کا زمانہ اب بھی موجود ہے۔ ذاتی معلومات کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ بعض مدارس ایسے بھی ہیں جہاں طلبا کو چار کے بجائے ساڑھے تین روپیہ وظیفہ محض اسلئے دیا جاتا ہے کہ کسی صاحبِ خیر کی طرف سے ہفتہ میں ایک بار اُن کی دعوت ہو جاتی ہے۔ ان پریشانیوں کے ساتھ آٹے اور گیہوں کیلئے بازاروں میں پھرنا، باورچیوں کی دکانوں پر گھنٹہ بھر کھڑے رہنا، یہ پریشانیاں اور تضیع اوقات ان کی تعلیم کیلئے سم قاتل ہیں۔

ان واقعات کی روشنی میں جب دار الحدیث رحمانیہ کے انتظامات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو صحیح طور پر اس کی قدر و منزلت سامنے آجاتی ہے۔ ممکن ہے کوئی صاحب بڑی خودداری کے جذبہ میں آکر یہ کہدیں کہ تمہاری تحریر مبنی بر تملق ہے مگر ہم ان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ مرقومہ بالا واقعات کا کیا جواب ہے؟ مدارس و مساجد کے اوقاف کی آمدنیاں طلبا کی تعلیم و تربیت پر کیا صحیح طور پر خرچ کی جاتی ہیں؟ —— جنگ کا زمانہ ہے طلبا مدرسہ کے ہزاروں متعلقین اور اعزا و احباب ممکن ہے غلط افواہوں سے پریشان ہوتے ہوں۔ انھیں ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ یقین دلاتے ہیں کہ آپ کے بچوں کی تعلیم و تربیت کی جو امانت ہمارے سپرد ہے اس سے آپ بالکل مطمئن رہیں، ہاں جس فراخ دل، بلند حوصلہ، اور راسخ العزم انسان کی ہمت سے آپ کے بچوں کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے اس کے حق میں خاص خاص اوقات میں دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا کی ترقیاں عطا فرمائے، جنگ کے لائے ہوئے مصائب اور پریشانیوں سے محفوظ رکھے اور تمام اہل و عیال کو دنیا اور آخرت کی باعزت زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

(باقی مضمون صفحہ ۲۰ پر ملاحظہ ہو)